محمد شفیق آصف/محمد افتخار شفیع
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، ساہیوال

اردو نثر کے دو آزاد: اسلوبیاتی مطالعہ

Muhammad Shafiq Asif
PhD scholar, Urdu Deptt. NUML, Islamabad
Muhammad Iftikhar Shafi
Urdu Deptt, Govt. College, Sahiwal

Two Azad's of Urdu Prose: A Stylistic Study

Aazad's (Muhammad Hussain Azad And Abulkalam Azad) are considered as the stylish prose writers of Urdu prose. The scholars of Urdu literature analyzed their prose in the perspective of their diction. Both of the writers are belong to the same period of British India. In this article, these relations of subjects and diction in their Urdu writings has been analyzed along with extracts from their Urdu writings.

نظم ونثر کے دونوں اظہاریے بہ ذاتِ خود متعدد تقاضے رکھتے ہیں، ان کے معیارات پر پورا اترنا جزوی طور پر ہی ممکن ہے۔ نظم ونثر کے انھی معیارات کے بیچوں بیچ کہیں اسلوب کی پیدایش ہوتی ہے۔ انگریزی میں اسلوب کے لیے "Style" اور فارسی میں ''سبک'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ''اسلوب'' عربی الاصل لفظ ہے اور اس کی جمع ''اسالیب'' ہے۔ نور اللغات کے مطابق: ''اسلوب (ع۔ بالضم) مذکر۔ راہ، صورت، طور، طرز، روش، طریقہ، باندھنا، لازم صورت پیدا کرنا اور راہ نکالنا کے معنی میں رائج ہے۔''(۱)

''اسلوب'' کی متعدد مروجہ تعریفوں کے باوجود اس کی جامع و مانع شکل سامنے نہیں آئی۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے اس پر بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

> اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقۂ ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہارِ بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چوں کہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفۂ حیات اور طرزِ فکر و احساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔(۲)

کسی ادبی شخصیت کے انفرادی انداز واطوار اور اس کا فکر و نظریہ ہی اس کے طرزِ تحریر کو تشکیل دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نظم ونثر کے باہمی مقابلے اور متعلقین کے احساسِ تفاخر نے اسلوب کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ہر ادیب نے انفرادیت کے حصول کی مساعی کیں اور خاص لفاظی، مخصوص فضا اور انفرادی انداز ترتیب دیا۔ یوں ''اسلوب'' شعر و سخن کی دنیا میں ابھرنے والا وہ قوسی دائرہ بنا جس نے ازاں بعد مصنف کی تلاش میں بھرپور معاونت کی۔ ''اسلوب'' کی اصطلاح زیادہ پرانی نہیں۔ مشرقی تنقید میں اس کا استعمال کہیں بعد میں ہوا۔ مغرب میں یہ لفظ صدیوں سے رائج ہے اور اس کے لیے ''زبان و بیان''، ''انداز''، ''اندازِ بیان''، ''طرزِ بیان''، ''طرزِ تحریر''، لہجہ''، ''رنگ'' اور ''رنگِ سخن'' جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ بہ قول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:

> کسی بھی شاعر یا مصنف کے اندازِ بیان کے خصائص کیا ہیں، یا کسی صنف یا ہیئت میں کس طرح کی زبان استعمال ہوتی ہے یا کس عہد میں زبان کیسی تھی اور اس کے خصائص کیا تھے، وغیرہ۔ یہ سب اسلوب کے مباحث ہیں، ادب کی کوئی پہچان اسلوب کے بغیر ممکن نہیں۔(۳)

ہمارے عہد میں لسانیات کے عالمی سطح پر مقبول ہونے کے سبب اسلوب کے ساتھ اسلوبیات کا جائزہ بھی لیا گیا اور اسلوبیات کو وضاحتی لسانیات یعنی Descriptive Linguistics کی ایک ایسی شاخ قرار دیا گیا ہے جو ادبی اظہار کی ماہیئت، عوامل اور خصائص سے بحث کرتی ہے، لسانیات چوں کہ ایک سماجی سائنس ہے، اس لیے اس کا اندازِ قطعیت کے ساتھ مدلل سائنسی صحت کے ساتھ نتائج اخذ کرنے کا ہے۔ اسلوب کے دائرہ کار اور اس کے گرد و نواح میں موجود حقائق تک رسائی مشکل نہیں۔ اسلوب پر ادبی ذرائع کا اطلاق کیا جائے تو مصنف کے افکار ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ سید عابد علی عابد کے خیال میں:

> اسلوب دراصل فکر و معانی اور ہیت وصورت یا مافیہ و پیکر کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے، لیکن انتقادی تصانیف میں اکثر و بیش تر کلمات مستعملہ کے معنی متعین نہیں ہوتے اور اسلوب کو محض اندازِ نگارش، طرزِ بیان کہہ کر اس کلمے کی وہ تمام دلالتیں ظاہر نہیں جاسکتیں جن کا اظہار مطلوب ہے۔(۴)

جب کسی مصنف اور اس کے اسلوب کا تفصیلی تجزیہ کیا جاتا ہے تو تجزیہ دار شماریاتی انداز کے ساتھ حقائق واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلوب مصنف پر عملی زندگی اور ماحول کے اثرات نظر آتے ہیں۔ وارداتِ قلبی کو قاری تک پہنچانے کے لیے ابلاغ کی جامع ترسیل ضروری ہے۔ مشرق میں بیان و بدیع کی موجودگی اسلوب کے قدیم خد و خال اور نقوش کی دریافت میں معاونت کرتی ہے۔ ایک منفرد اور زندہ اسلوب کا نمایندہ ادیب جو لفظ استعمال میں لاتا ہے وہ عموماً پُرشکوہ اور شان دار ہوتے ہیں۔ ان میں ایک ربط وضبط اور خصوصی تنظیم ہوتی ہے۔ بلیک مین (Black Man) کے مطابق:

> "To unite copiousness with precism, the flowing and gracefull and and the same time correct and exact in the choice of every difficult attainments in writings." (5)

یہاں تحریر میں پرشکوہ لفظیات، ماحول کی جلالتِ شاہی اور موضوع کے فلسفیانہ پن کا بہ تفصیل ذکر یوں ہوا کہ ہمارے پیشِ نظر دونوں شخصیات اردو نثر کے دو صاحبِ طرز ادیبوں کی ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا ابوالکلام آزاد اردو نثر کے دو ایسے ستون ہیں جن کا اسلوبِ سخن غیر سرسری مطالعے کا متقاضی ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد انیسویں صدی کے انحطاط پذیر دور کی پیداوار تھے، یہ عہد سیاسی، سماجی اور معاشرتی حوالے سے پس ماندہ ہونے کے باوجود ادبی حوالے سے خاصا زرخیز تھا۔ محمد حسین آزاد کے عہد کی نثر کے دور کے بارے میں ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں:

> اس دور کی نثری تخلیق کی اہمیت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی دور میں سرسید نے مذہبی اور اصلاحی مضامین سے ملک وقوم کے دل ودماغ میں وسعت پیدا کی۔ اسی زمانہ میں آزاد نے تاریخ وتذکرہ کی دولت سے اردو ادب کو مالا مال کر دیا۔۔۔اس نئے اور سنہری دور کی تزئین وترصیع میں مولوی محمد حسین آزاد کا بھی زبردست ہاتھ ہے۔ دراصل خالص انشا پردازی کی بنیاد آزاد ہی نے ڈالی ہے۔(۶)

اس عہد میں محمد حسین آزاد نے اپنا تخلیقی اسلوب سرسید کی معقولات، نذیر احمد کی ناصحانہ طبع، شبلی کی تاریخ پسندی اور حالی کے پھیکے پن سے بالکل جدا ہو کر وضع کیا۔ یہ عہد ہندستان تو کیا خود محمد حسین کی داخلی شخصیت کے حوالے سے ردِ تشکیل کا تھا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے قتل وغارت کے مناظر دیکھے، تاسف اور زبوں حالی کی فضا کا مشاہدہ کیا لیکن ان کی طبیعت کی شگفتگی بہ ہر صورت موجود رہی۔ بہ قول ڈاکٹر اسلم فرخی:

> زندگی کی ابتدائی منزل میں انھوں نے اپنی بنی بنائی جنت کو اپنی آنکھوں کے سامنے مسمار ہوتے دیکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی خوش مزاجی اور خوش دلی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خوش مزاجی اور خوش دلی ان کی طبیعت کا نمایاں وصف تھی۔ وہ غمِ روزگار کو ہنس کر ٹالنا چاہتے تھے۔ لیکن مایوسیوں اور ناکامیوں نے رفتہ رفتہ ان کے دل ودماغ پر قبضہ کر لیا۔(۷)

اس کا نتیجہ مولانا محمد حسین آزاد کے مفقود الخبر اور ذہنی توازن بگڑنے کی شکل میں سامنے آیا۔

مولانا محمد حسین آزاد اپنے عہد کے سب سے بڑے مینا کار اور مرصع نگار تھے۔ یہ اوصاف ان کے ہم عصروں کے ہاں کم ہیں، کوئی دوسرا ادیب ان کا شریک نہیں، وہ شکوہِ لفظی کے وصف کے باوجود بے ساختگی پیدا کرنے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مطابق:

> آزاد ایک ایسے انشا پرداز ہیں جن کی عبارتیں قدیم وجدید دونوں اسالیب بیان کی جامع ہیں، وہ جہاں سادگی اور بے ساختگی پیدا کرنا چاہتے ہیں، وہیں تکلف اور شوخی بھی دکھا دیتے ہیں، انھوں نے جہاں عربی، فارسی اور ہندی کے الفاظ جی کھول کر استعمال کیے ہیں وہاں انگریزی سے بھی بے تکلف فائدہ اٹھایا ہے۔(۸)

مولانا محمد حسین آزاد کا اسلوبِ تحریر مرقع نگاری، صنائع وبدائع کا استعمال، بیانیہ قوت اور قدرتِ بیان، قادر الکلامی، محاکات، فارسی صرف ونحو کی چھاپ، واقعہ نگاری، لطائف وحکایات کا بیان اور اشاراتی انداز جیسی خصوصیات سے مالا مال ہے۔ ان خصوصیات پر غور کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک مخصوص عبوری عہد میں کسی ایک شخصیت کے ہاں اسلوبِ بیان کی ندرتوں کا بہ یک وقت مجتمع ہونا کیسے ممکن ہے؟ محمد حسین آزاد کی نثر نہیں بلکہ لفظوں کی آزری ہے، یوں لگتا ہے سخن کا کوئی مائیکل اینجلو قلم کے ساتھ سنگ تراشی کا شاہ کار ترتیب دے رہا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد فی الحقیقت صاحبِ اسلوب نثر نگاروں میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے سائنسی، استدلالی اور منطقی نثر کے زمانے میں شعر ونغمہ میں ڈھلی نثر تخلیق کی جس نے نہ صرف

اپنے زمانے کو متوجہ کیا بل کہ متاثر بھی کیا۔ یہ اسلوب کرشاتی تخیل کا حامل ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کا تخیل ہو یا محاکات، دونوں صورتوں میں بننے والی تصویریں یکساں طور پر حسن اور رعنائی کا نمونہ ہوتی ہیں۔ مولانا محمد حسین کے اسلوب کا یہی جادو اپنی ماورائیت کی بہ دولت قاری کو ایک مسحور کن فضا میں لے جاتا ہے، وہ گپ بھی لگائیں، غلو بھی کریں، قاری کو ان کی صداقت کا یقین نہ بھی ہو تو وہ ان کے تخیل کے شکنجے میں جکڑا جاتا ہے۔ چند اقتباسات دیکھیں:

> جب دربار آراستہ ہوتا تھا، بادشاہ با اقبال اورنگ سلطنت پر جلوہ گر ہوتا تھا۔ اورنگ ہشت پہلو موزوں اور خوش نما تخت تھا، گنگا جمنی یعنی سونے چاندی کے عنصروں سے ڈھلا ہوا، دریا نے دل اور پہاڑ نے جگر نکال کر پیش کیا، لوگ سمجھے کہ الماس، یاقوت اور موتیوں سے مرصع ہے۔ (دربارِ اکبری)

> یکا یک آنکھ کھل گئی، دیکھتا ہوں کہ میں ایک باغِ نوبہار میں ہوں جس کی وسعت کی انتہا نہیں۔ امید کے پھیلاؤ کا کیا ٹھکانا ہے، آس پاس سے لے کر جہاں تک نظر کام کرتی ہے تمام عالم رنگین وشاداب ہے، ہر چمن رنگ وروپ کی دھوپ سے چمکتا، خوشبو سے مہکتا اور ہوا سے لہکتا نظر آتا ہے۔ (نیرنگِ خیال)

مولانا محمد حسین آزاد اس بات سے بہ خوبی آگاہ ہیں کہ لفظوں سے تصویر سازی کرنا محض بیان کی جادوگری سے ممکن نہیں اس کے ساتھ ساتھ ذہن اور جذبات کا تحرک بھی ضروری ہے۔ اور انھوں نے اس بات کا پورا پورا دھیان رکھا ہے۔ لیکن کہیں کہیں یہ اندازِ بیان ایک خامی بنتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کی مبالغہ آرائی بعض اوقات حد سے متجاوز ہو جاتی ہے اور وہ پایۂ اعتبار کھو دیتے ہیں۔ وہ ''آبِ حیات'' میں جانب داری سے کام لیتے ہیں۔ ''دربارِ اکبری'' میں تاریخ بیان کرتے کرتے تاریخ نگاری کے بنیادی اصولوں سے پہلو تہی کر جاتے ہیں:

> اگرچہ علوم نے اس کی آنکھوں پر عینک نہ لگائی تھی اور فنون نے دماغ پر دست کاری بھی خرچ نہ کی تھی لیکن وہ ایجاد کا عاشق تھا اور یہی فکر تھی کہ ہر بات میں نئی بات پیدا کرے۔ اہلِ علم اور اہلِ کمال گھر بیٹھے تنخواہیں اور جاگیریں کھا رہے تھے، بادشاہ کے شوق، ان کے آئینۂ ایجاد کو اجالتے تھے، وہ نئی سے نئی بات نکالتے تھے، نام بادشاہ کا ہوتا تھا۔ (دربارِ اکبری)

یہاں اسلوب میں مصوری اور بے ساختگی نظر آتی ہے، ایک واضح ڈرامائی شعور دکھائی دیتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کا اسلوب اپنی معلق فضا کے باوجود خوش مزاجی کا علم بردار ہے۔ طارق سعید اس پہلو پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> ان کی خوش مزاجی آبِ حیات کے دورِ اول کے شعرا کی خوش مزاجی ہے۔ آزاد نے آبِ حیات کے ہر دور میں خوش مزاجی کو اہم خصوصیت قرار دیا ہے، یہ دراصل ان کی اپنی شخصیت کا پرتو ہے۔ ان کی طنز وتعریض بھی اسی خوش مزاجی میں لپٹی دکھائی دیتی ہے۔ (۹)

مولانا محمد حسین آزاد کے عہد سے متصل دور میں مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ بہ قول حسرت موہانی:

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر نظمِ حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

مولانا ابوالکلام آزاد کے نثری اسلوب کو الہامی درجہ ملا۔ سجاد انصاری نے انھیں اس انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا: ''میرا عقیدہ

ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا۔۔۔مولانا ابوالکلام کی نثر اس کے لیے منتخب کی جاتی۔''(۱۰)

مولانا ابوالکلام آزاد کی والدہ عرب تھیں، ان کی ابتدائی پرورش خانہ کعبہ کے باب السلام کے نواحی محلے میں ہوئی۔ گھر میں والد سے اردو میں گفتگو ہوتی تھی۔ البتہ اردو سیکھنے کا کوئی اطمینان بخش انتظام نہ ہو سکا۔ اسی وجہ سے جب ہم مولانا ابوالکلام آزاد کے اسلوبِ تحریر کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان کا عربی نژاد ہونا کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ وہ اپنی تحریر میں بعض الفاظ مختلف املا میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً: سوچنا/سونچنا، سوچیں/سونچیں، ڈھونڈنا/ ڈھونڈھنا، گھاس/گھانس، تیار/طیار، پاؤں/ پانوں، انڈیل/اونڈیل، پرانی/ پورانی، الجھن/ اولجھن وغیرہ۔ اہلِ علم نے ابتدائی طور پر انھیں رومانوی ادبی تحریک سے منسلک کیا، ان کی رومانویت میں حریتِ فکر، سچ کی پاس داری اور فکر وفلسفہ یکجا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد کے بعد اگر کوئی صاحبِ اسلوب ادیب پیدا ہوا تو وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سوا اور کوئی نہیں۔ ابوالکلام آزاد اجداد کی اقدار کے وارث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باغی ادیب بھی تھے، یہی بات انھیں ''روسو'' سے قریب کرتی ہے۔ ان کا اسلوب سرسید احمد خاں کی اصلاحی کوششوں کا فطری ردِعمل تھا، وہ ایک مذہبی اسکالر تھے، اس لیے ان کے ہاں شعوری طور پر بڑے اعتماد کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال دکھائی دیتا ہے۔

مولانا ابوالکلام کا انانیتی اسلوب جو کہیں کہیں خطیبانہ انداز اختیار کر لیتا ہے دراصل معرب اور مفرس زبان کے حامل ادیبوں کا نمائندہ ہے۔ ان جیسے لوگوں کی زبان پر ہمہ گیر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے اشاریوں، ''غبارِ خاطر''، ''البیان''، ''ترجمان القرآن'' اور ''تذکرہ'' میں مذہبی اثر ونفوذ کی مکمل جھلک محسوس کی جا سکتی ہے۔ اس کی تشریح وتوضیح یوں کی گئی ہے:

> قرآنی لب و لہجے سے مستفید ہونے کی بنا پر ان کی تحریروں میں ایک مقرر آتش نفس کا خطیبانہ انداز پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ جب مسلمانوں میں ایمانی حرارت پیدا کرنے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں تو بغداد و قرطبہ کا جاہ وجلال اور شیراز و اصفہان کا حسن و جمال ان کی تحریروں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور ان کی تحریر میں تقریر اور تقریر میں تحریر کا مزہ ملنے لگتا ہے۔ اس خطیبانہ انداز کی بنا پر انھوں نے سمٹی ہوئی چیزوں کو بار بار پھیلا کر اطناب کے ساتھ پیش کیا ہے۔(۱۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کے اسلوب کے چند نمونے دیکھیں:

> ٹھہریے! ابھی ایک اور جماعت بھی ہے جو آپ کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ (خطبات)
>
> اب معلوم ہوا کہ آج جسے مذہب سمجھتے آئے تھے وہ مذہب کہاں تھا، وہ تو خود ہماری وہم پرستیوں اور غلط اندیشیوں کی صورت گری تھی۔ (غبارِ خاطر)

ان اقتباسات میں ان کے ہاں عربی و فارسی کے اثر و نفوذ کو دیکھا جا سکتا ہے:

> تشدد کے معنی ہیں ظلم کے، اصراف واتلافِ حق کے۔ (خطباتِ آزاد)
>
> قرآن حکیم نے حیاتِ امم کے قانونِ الٰہی کا اعلان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدائے خلق سے جس طرح حق و عدالت کا ظہور یکساں ہے اسی طرح بطلان وفساد کا ظہور بھی ہمیشہ یکساں رہے گا، اسی طرح ظلم وعدوان کے

دعوے بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کے رہے۔(خطباتِ آزاد)

مولانا ابوالکلام آزاد کا اسلوب مشکل پسندی کی غرابت کے باوجود وجدانی اور ذوقی ہے، ان کا اسلوب ابتداً دقیق تھا لیکن آہستہ آہستہ ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے بہ وسیلہ شبلی سرسید سے جاملا۔ دونوں بزرگوں کے طرزِ سیاست و مذہب میں فرق سہی لیکن باطنی رشتے اہم ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

> مولانا ابوالکلام آزاد کے اس مخصوص اسلوب نے اردو نثر نگاری کو صدمہ پہنچایا یا اسے نئی توانائی عطا کی، یہ مسئلہ خارج از بحث ہے لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس دور کے سبھی علما نے اسلام پر ہر طرح سے حملے شروع کر دیے تھے۔ مسلمان مجروح اور مرعوب تھے، مولانا آزاد نے اس اپنے انانیتی اسلوبِ بیان سے ان کی ذہنی پسپائی کو دور کیا اور اپنے زورِ قلم سے وہ کام کیا جو محققین اپنی بلند پایہ تحقیقی تصنیفات سے لیتے ہیں۔(۱۲)

مولوی محمد حسین آزاد اور مولانا ابوالکلام آزاد اُردو نثر کے دو نمایندہ صاحبِ اسلوب مصنف ہیں۔ دونوں کا اسلوبِ تحریر مقاصد اور نصب العین کے لحاظ سے قدرے تضاد کے باوجود داخلی لحاظ سے ایک ہی طرح کی فضا میں آنکھ کھولتا ہے۔ دونوں کے اسلوبِ تحریر میں وہ چاشنی ہے جس نے ان کی نثر کو شاعری کے روپ میں ڈھال کر حسن کا مرقع بنا دیا۔ دونوں کا اسلوبِ تحریر خالص رنگ کے قریب ہے۔ دونوں مصنفین کی تحریروں کے پردہ ہائے مجاز میں ان کی شخصیت جلوہ گر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیرؔ، مولوی، (مرتب) نور اللغات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ص ۲۱۸

۲۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳

۳۔ نارنگ، گوپی چند، ادبی تنقید اور اسلوبیات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۴

۴۔ عابد علی عابد، سید، اسلوب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۸

۵۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء، ص ۱۶

۶۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ''مولوی محمد حسین آزاد کی انشا پردازی'' مشمولہ، اردو نثر کے اسالیب، مرتبہ ڈاکٹر عقیلہ جاوید، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۴ء، ص ۵۲

۷۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر، محمد حسین آزاد حیات اور تصانیف، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۵ء، ص ۴۰۰

۸۔ زور، محی الدین قادری، اردو کے اسالیب بیان، لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۶۲ء، ص ۶۶

۹۔ طارق سعید، اسالیبِ نثر کا تنقیدی مطالعہ، وجہی سے قرۃ العین تک، دہلی: ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن، ص ۱۴۰

۱۰۔ سجاد انصاری، محشرِ خیال، مرتبہ عامر سہیل، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۲ء، ص ۶۱

۱۱۔ طارق سعید، اسالیبِ نثر کا تنقیدی مطالعہ، وجہی سے قرۃ العین تک، ص ۱۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷۲